جناب محمد حنیف شاہد

قائدِ اعظمؒ اور اتحادِ عالمِ اسلامی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر
(اقبال)

ملّتِ اسلامیہ کے اتحاد کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کے قریباً تمام مفکرین اتحادِ عالمِ اسلامی پر زور دیتے رہے۔ جمال الدین افغانی اور علامہ اقبال اتحادِ عالمِ اسلامی کے نقیب تھے۔ انھوں نے اپنے افکار کے ذریعے عالمِ اسلام کو متحد و متفق کرنے کے لیے جو مساعیِ جمیلہ کیں، وہ ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ حال ہی میں دنیائے اسلام میں اتحاد و تعاون کی جو فضا دیکھنے میں آئی ہے، وہ نہ صرف علامہ اقبالؒ کے تصوّرِ اتحادِ ملّتِ اسلامیہ کے عین مطابق ہے بلکہ قائدِ اعظمؒ کے افکار کو حقیقت کا روپ دینے کی قابلِ تعریف کوشش ہے۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں خطاب کرتے ہوئے قائدِ اعظم نے فرمایا تھا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔" [1]

ظاہر ہے کہ قائدِ اعظم پاکستان کو ایک اسلامی فلاحی مملکت بنانا چاہتے تھے، جہاں تمام مسلمان اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی روایات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں، جہاں اسلامی اقدار کا تحفظ ہو اور جہاں قرآنِ کریم اور رسولِ اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مسلمان اپنا سفرِ حیات جاری رکھ سکیں۔ ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے اجلاس (کراچی) میں خطاب کرتے ہوئے قائدِ اعظم نے اپنا فلسفہ اتحادِ اسلامی یوں پیش فرمایا:

"وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے والے تمام مسلمان جسدِ واحد کی مانند ہیں۔ وہ کون سی چٹان

---

[1] سیارہ ڈائجسٹ، (لاہور) جہاد نمبر (ستمبر) ۱۹۷۰ء، ص ۵۰

ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ کر دی گئی، وہ رشتہ وہ چٹان، وہ لنگر — خدا کی کتاب — قرآن کریم — ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا — ایک رسول — ایک کتاب — ایک اُمت۔"[۵۲]

تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اسلام ہی وہ واحد رشتہ ہے جو انھیں ایک جان بناتا ہے۔ بالفاظ دیگر تمام مسلمان تسبیح کے دانوں کی مانند ہیں۔ اگر دھاگا نہ ہو یا ٹوٹ جائے تو تمام دانے بکھر جاتے ہیں۔ منتشر ہو جاتے ہیں، یہ دھاگا ان سب کو یکجا کرتا ہے۔ یہ دھاگا درحقیقت "اللہ کی رسی" ہے جسے ہمیں مضبوطی سے پکڑے رکھنا چاہیے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

لہٰذا یہ لازمی و لابدی ہے کہ اسلام کی حفاظت کی جائے۔ اس کی حفاظت کے لیے اگر سر دھڑ کی بازی لگانی پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لاہور کے طلبا سے مخاطب ہو کر قائداعظم نے فرمایا:

"ہر صورت میں اخلاص سے کام لو۔ موت سے خوف نہ کھاؤ۔ ہمارا دین کہتا ہے کہ ہمیں موت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اسلام اور پاکستان کی حرمت کے تحفظ کے لیے ہمیں نہایت بہادری سے موت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ مسلمان کے لیے بہترین راہِ نجات یہ ہے کہ وہ حق و صداقت کی خاطر شہید ہو جائے۔"[۵۳]

قائداعظم پاکستان کو تمام دنیا کے مسلمانوں کا مسکن سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستان دنیائے اسلام کی تقدیر بدلنے میں اہم کردار ادا کرے گا لیکن اس کی چند بنیادی شرائط ہیں جن پر ہمیں عمل پیرا ہونا ہوگا۔ ۱۳ اپریل ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"یاد رکھیے ہم ایک ایسی مملکت کی تعمیر کر رہے ہیں جو پوری اسلامی دنیا کی تقدیر بدل دینے میں اہم ترین کردار ادا کرنے والی ہے۔ اس لیے ہمیں وسیع تر اور بلند تر بصیرت کی ضرورت ہے۔ ایسی بصیرت جو صوبائیت، قوم پرستی اور نسل پرستی کی حدود سے ماورا ہو — ہم سب میں حُبِّ وطن کا ایسا شدید اور قوی جذبہ پیدا ہو جانا چاہیے جو ہم سب کو ایک متحد اور مضبوط قوم کے رشتے میں پرو دے — یہ واحد طریقہ ہے اپنی منزل پر پہنچنے کا، اپنی

---

۵۲ اردو ڈائجسٹ (لاہور) دسمبر ۱۹۷۰ء، ص ۸۳ — ۵۳ ایضاً

جدوجہد کا نصب العین حاصل کرنے کا۔ وہ مقصدِ عظیم جس کی خاطر لاکھوں مسلمانوں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا ہے اور اپنی جانیں تک قربان کر دی ہیں"۔ ۵۳

اسلام ہی ایک ایسا رشتہ ہے جو پوری دنیا کے مسلمانوں کو متحد کرتا ہے۔ ۲۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو اردن کے سفیر کا استقبال کرتے وقت قائدِ اعظم نے فرمایا:

"اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ اسلام نے ہماری ثقافت، تہذیب اور ماضی کی روایات کو عرب دنیا کے ساتھ نہایت گہرا وابستہ کر رکھا ہے۔ اس بات میں کسی کو شبہ تک نہیں ہونا چاہیے کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ہمدردی رکھتے ہیں"۔ ۵۵

قائدِ اعظم کو عربوں کے مسائل اور مقاصد سے کتنی ہمدردی تھی، اس کی زندۂ جاوید شاہد وہ تقاریر ہیں جو انھوں نے وقتاً فوقتاً عالمِ اسلام کے مسائل پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کیں۔ فلسطین کے سلسلے میں حکومتِ برطانیہ کی پالیسی پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے آپ نے مسلم لیگ کے پچیسویں سالانہ جلسے منعقدہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۷ء کو بمقام لکھنؤ اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

"اب میں فلسطین کے مسئلوں کی طرف رُخ کرتا ہوں۔ حکومتِ برطانیہ نے عربوں کے ساتھ بہت بڑی دغا بازی کی ہے۔ حکومتِ برطانیہ نے جنگِ عظیم کے بعد اپنے اعلان میں یہ وعدہ کیا تھا کہ عربوں کو مکمل آزادی عطا کی جائے گی اور ایک عرب کانفیڈریشن قائم کیا جائے گا لیکن عربوں سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے بعد "اعلان بالفور" کے ذریعے ان پر منیڈیٹوری تسلط جمایا گیا۔ اب برطانیہ فلسطین کو تقسیم کرنا چاہتی ہے اور اگر رائل کمیشن کی سفارشات پر عمل کیا گیا تو عربوں کے جائز حقوق اور حوصلوں کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔ مجلس بین الاقوام نے ابھی تک رائل کمیشن کی اسکیم کو منظور نہیں کیا اور خدا کرے آئندہ بھی منظور نہ کرے۔ اگر برطانیہ اپنے اصلی اعلان اور جنگِ عظیم کے بعد کے عہد و پیمان پر قائم نہ رہے گی تو مسلمانانِ ہند کیا، ساری دنیا کے مسلمان بالاتفاق برطانوی حکومت کو یہ آگاہ کرتے ہیں کہ وہ خود بخود اپنی قبر کھودے گی"۔ ۵۶

فلسطین کے المناک واقعات کا ذکر کرتے ہوئے قائدِ اعظم نے سندھ مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ ۸-۹

---

۵۴ سیارہ ڈائجسٹ (لاہور) ستمبر، جہاد نمبر ۱۹۷۰ء، ص ۵۱ ۵۵ ایضاً

۵۶ تاریخ مسلم لیگ، مرتبہ مرزا اختر حسین، مطبوعہ مکتبہ لیگ، بمبئی طبع اول، ۱۹۴۰ء، ص ۲۵۸، ۲۵۹۔

اکتوبر ۱۹۳۸ء کو بمقام کراچی فرمایا :

"فلسطین کے المناک واقعات کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد کے مطابق ۲۶ اگست کو سارے ہندوستان میں یوم فلسطین منایا گیا اور ہزاروں جلسے منعقد ہوئے جن میں ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ عربوں کے اوپر جو ظلم و ستم کیا جا رہا ہے، اس کو سن کر مسلمانوں کا دل پاش پاش ہو رہا ہے اور ساری اسلامی دنیا اس وقت برطانیہ کے طرز عمل پر نظر لگائے ہوئے ہے۔ غیر ممالک خصوصاً فلسطین انگلینڈ میں سرکاری وفد بھیجنے کے مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لیے مسلم لیگ کونسل نے ایک خاص کمیٹی مقرر کی۔ کمیٹی مذکور نے مصری کمیٹی کی دعوت پر عرب و مسلم ممالک کی پارلیمنٹری کانگرس میں شرکت کرنے کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے پانچ نمائندوں کا انتخاب کیا جو فلسطین کے موجودہ مسئلوں پر غور و خوض کرنے کے لیے ۷ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قاہرہ میں منعقد ہونے والی ہے۔ پانچ میں سے ہم لوگوں کے تین نمائندے ـــــ مسٹر خلیق الزماں، مسٹر عبدالرحمٰن صدیقی اور مولانا مظہر الدین ـــــ ہندوستان سے روانہ ہو گئے ہیں۔ اس کانگرس کے فیصلہ کے بعد میں یقین کے ساتھ آپ لوگوں کو یہ کہتا ہوں کہ آل انڈیا مسلم لیگ فلسطین کے عربوں کی امداد کرنے میں اپنے اختیارات کے مطابق کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے گی"۔[۵۷]

اسی طرح آل انڈیا مسلم لیگ کے چھبیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو بمقام بانکی پور (پٹنہ) قائداعظم نے اپنے صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا :

"آل انڈیا مسلم لیگ باتفاق رائے اس فیصلہ پر پہنچی ہے کہ یہودیوں کی حمایت کرنے کے بہانہ سے حکومت برطانیہ نے بیت المقدس میں جو غیر منصفانہ ـــــ اعلان بالفور ـــــ اور دیگر ناروا قسم کی پالیسی اختیار کی ہے، اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ برطانوی شہنشاہیت کو مضبوط کرنے کے خیال سے فلسطین کو برطانوی سلطنت میں شامل کرنا چاہتی ہے اور ریاست ہائے عرب کو ایک فیڈریشن قائم کر کے دیگر تمام مسلم ریاستوں میں شامل ہونے سے باز رکھنا چاہتی ہے اور فلسطین کے مقدس مقام کو وہ آئندہ فوجی نقل و حرکت کا ہوائی و بحری مرکز بنانا چاہتی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے عربوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے گئے ہیں اس کی مثال تواریخ میں نہیں مل سکتی۔ مسلم لیگ کا یہ اجلاس ان عربوں کو جانباز مجاہد تصور کرتا ہے جو باوجود اس انتہائی ظلم و ستم و کشت و خون

---

۵۷ تاریخ مسلم لیگ، مرتبہ مرزا اختر حسن، مطبوعہ مکتبہ لیگ بمبئی، طبع اول، ص ۲۹۳، ۲۹۴۔

کے اپنے مقدس وطن و قومی حقوق کی حفاظت و آزادیٔ وطن کے لیے کسی قسم کی قربانی سے باز نہیں آرہے ہیں۔ مسلم لیگ کا یہ اجلاس ان کی بہادری و قربانی اور ہمت پر انھیں تحفۂ آفرین پیش کرتا ہوا حکومت برطانیہ کو آگاہ کرتا ہے کہ اگر فلسطین میں یہودی سیلاب کی آمد کو نہ روکا گیا اور ہونے والی کانفرنس میں مفتی اعظم اور عربوں کے مشہور لیڈروں کے علاوہ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندوں کو دعوت نہ دی گئی تو کانفرنس ایک مذاق اور مضحکہ ہوگی۔"

"یہ اجلاس یہ اعلان کرتا ہے کہ فلسطین کا مسئلہ ساری دنیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور اگر حکومتِ برطانیہ نے عربوں کے ساتھ انصاف سے کام نہ لیا اور دنیا کے مسلمانوں کے مطالبہ کو منظور نہ کیا تو ہندوستانی مسلمان مسلم انٹرنیشنل کانفرنس کے فیصلوں کے مطابق ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔"

"مسلم لیگ کا یہ اجلاس حکومت برطانیہ کو آگاہ کرتا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ کے چند لوگوں کا یہ خیال ہے کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن قرار دیا جائے لہٰذا اگر اس خیال کو عملی جامہ پہنایا گیا تو یہ کاروائی اسلامی دنیا میں ایک دائمی شورش اور کشمکش پیدا کر دے گی۔"[۵۸]

۸ر نومبر ۱۹۴۵ء کو کیسر باغ بمبئی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مسئلہ فلسطین کے بارے میں قائداعظم نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہارِ خیال فرمایا:

"فلسطین ایک تاریک اور نازک دور سے گزر رہا ہے۔ ۱۹۴۱ء کی لڑائی کے شروع میں عربی ممالک سے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تم ہماری مدد کرو گے تو جنگ کے بعد ان ممالک میں آزاد و خود مختار حکومتیں قائم کی جائیں گی۔ ان ممالک نے اپنا خون بہاکر برطانیہ کی مدد کی۔ چونکہ مسلمانوں کے وعدہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی، وہ اپنی جان دے دیتے ہیں مگر اپنی سچی بات سے باز نہیں آتے۔ اس نظریے کے ماتحت انھوں نے برطانیہ کی مدد کی اور جب برطانیہ نے فتح کا منہ دیکھ لیا تو ان ممالک نے حسبِ وعدہ آزادی کا مطالبہ کیا مگر وہ شرمندۂ وفا نہ ہوا۔ عربی ممالک کے حصے بخرے کر دیے گئے۔ کچھ فرانس کو دیے گئے اور کچھ انگریزوں نے سنبھال لیے۔"

"۱۹۳۶ء میں ایک اعلان کے ذریعے عربوں سے کہا گیا کہ ہمیں فلسطین میں ان یہودیوں کی کچھ تعداد آباد کر لینے دو، جنھیں ہٹلر اور نازیوں نے دھکے دے کر جرمنی سے نکال دیا ہے اور یہ درخواست ان سرمایہ دار یہودیوں

---

۵۸ تاریخ مسلم لیگ، ص ۵۲۱ تا ۵۲۲۔

کی وجہ سے تھی جو برطانیہ اور امریکہ میں آباد تھے۔"

"آخر اعرابِ فلسطین، برطانوی اور امریکی حکومتوں میں سمجھوتہ ہو گیا۔ قرطاسِ ابیض کی رُو سے مارچ ۱۹۴۵ء تک یہودیوں کی ایک خاص تعداد کو فلسطین میں آنے کی اجازت دے دی گئی۔ ۳۱ مارچ ۱۹۴۵ء کو اس شرائط نامہ کی میعاد ختم ہو گئی لیکن اٹلی و جرمنی پر فتح کے بعد صدر امریکہ ٹرومین نے برطانیہ سے درخواست کی کہ قرطاسِ ابیض کی میعاد بڑھا دی جائے تاکہ فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ بند نہ ہو۔ ادھر امریکہ زور دیتا رہا، ادھر یہودی زبردستی فلسطین میں آتے رہے۔ آخر خطرہ کے پیشِ نظر حکومتِ برطانیہ نے یہودیوں کے داخلہ پر تھوڑی سی پابندی لگا دی۔"

"میں نے صدر لیگ کی حیثیت سے مفتی اعظم فلسطین کی آزادی کے لیے حکومتِ برطانیہ کو لکھا۔ مجھے جواب ملا کہ وہ باغی اور حکومت کے خلاف ہیں اس لیے آپ کی درخواست کے مطابق عمل نہیں ہو سکتا..... میں صدر ٹرومین سے پوچھتا ہوں، وہ یہودیوں کو فلسطین میں کیوں آباد کرانا چاہتے ہیں؟ امریکی حکومت کے عربوں سے کیے ہوئے وعدوں کو کیا ہوا؟ شاید انھیں کمزور اور بےبس سمجھ کر دبایا جا رہا ہے، مگر ٹرومین کا یہ فعل وعدہ خلافی و ناانصافی پر مبنی ہے۔ وہ اور امریکی حکومت مجرم ہیں جو اپنی طاقت کے بل پر انصاف کا خون کر رہے ہیں۔"

"مجرموں کے ناپاک ارادے کبھی پورے نہ ہوں گے۔ ہم ہندوستان کے مسلمان اعرابِ فلسطین کے ساتھ ہیں۔ ہم اس مقدس جنگ میں اپنا مال اور جانیں قربان کر دیں گے۔ امریکی اور برطانوی حکومتوں کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اور تمام اسلامی دنیا اپنی جانیں دے کر ان سے ٹکرا جائیں گے اور فرعونی دماغ کو پاش پاش کر دیں گے۔"[۹]

۱۳ فروری ۱۹۴۶ء کو نیویارک ٹائمز کے نمائندے سے بات چیت کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"عربوں کی امداد کے لیے مسلمان وہ سب کچھ کر دکھائیں گے جو اُن کے بس میں ہوگا۔ اس ضمن میں مسلمان کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے کیونکہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ فلسطین مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائے۔ جو کچھ ہم سے ہو سکے گا ہم کر گزریں گے۔ اگر ضرورت ہوئی تو تشدد سے بھی مُنہ نہیں موڑیں گے۔"[۱۰]

۹ جون ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے "یوم فلسطین" منانے کے لیے مندرجہ ذیل

۹۔ حالاتِ قائداعظم، مؤلفہ خالد اختر افغانی۔ علمیہ بک ڈپو، بمبئی، طبع دوم، ۱۹۴۶ء، ص ۴۰۲ تا ۴۰۵

۱۰۔ انقلاب لاہور، ۱۶ فروری ۱۹۴۶ء، ص ۱۔

قرار داد منظور کی :

"چونکہ تمام دنیائے اسلام میں ۱۷ / جون کو "یومِ فلسطین" منایا جا رہا ہے اس لیے مجلس عاملہ لیگ جملہ اسلامیانِ ہند کو دعوت دیتی ہے کہ وہ بھی اس روز (۱۷ / جون) کو یومِ فلسطین منائیں[۱۱]"

۱۲ / جون ۱۹۴۶ء کو قائدِ اعظم نے مرکزی اسمبلی دہلی کے اجلاس میں انڈونیشیا اور ہند چینی میں ہندوستانی فوجوں کے استعمال پر تحریک التوا کے ضمن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"مجھے حکومت کے مقرر سے یہ سن کر بہت تعجب ہوا ہے کہ ہندوستان نے عالمگیر جنگ میں نمایاں حصہ لیا ہے، اس لیے اس کی افواج انڈونیشیا کی آزادی کو کچلنے کے لیے روانہ کی جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈچ وہاں دوبارہ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور برطانیہ انڈونیشیا کے مالِ غنیمت میں سے حصہ لینا چاہتا ہے۔ برطانوی مدبرین خواہ کتنا ہی نقاب اوڑھیں مگر ہر بالغ نظر کا یہی خیال ہے اگر میرے الفاظ برطانوی قوم تک پہنچ سکتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہر انگریز کو جس میں عزت کی رمق کچھ بھی باقی ہے ان ظالمانہ اور بہیمانہ حرکتوں سے لرز جانا چاہیے ۔۔۔۔۔ یہ ہمارے لیے توہین ہے اور ہمارے سپاہیوں کی عزت پر دھبہ ہے کہ وہ آزادی چاہنے والوں سے لڑیں"[۱۲]

۵ / جون ۱۹۴۶ء کو قائدِ اعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کا افتتاح فرمایا، آپ نے اپنی افتتاحی تقریر میں وزارتی مشن کا ذکر کرنے کے بعد شرق الہند پر ولندیزیوں کی شہنشاہیت کی مذمت کی اور فرمایا :

"اس سلسلے میں ابھی تک برطانیہ نے کوئی باعزت کام نہیں کیا ہے۔ میں برطانیہ سے کہتا ہوں کہ تم خود یہ اعلان کر رہے ہو کہ شہنشاہیت مردہ ہو چکی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین کے لیے وزارتی مشن دہلی آیا تھا۔ کیا تم اس تجہیز و تکفین کو لندن میں انجام نہیں دو گے؟ اور ولندیزیوں سے انڈونیشیا خالی کرنے کو نہ کہو گے؟"

"جو وعدے لیبیا اور سرنیکا سے کیے گئے تھے کہ اٹلی کو واپس نہ کیا جائے گا تو ان وعدوں کو پورا کیا جائے، اگر برطانیہ ایک دوست قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ دہلی سے لے کر لیبیا اور سرنیکا تک سب اس کے دوست رہیں۔ لیکن اگر ایسا ہی کرتے رہے جیسا کہ اس وقت فلسطین، لیبیا، شام اور انڈونیشیا میں کر رہے ہیں

---

[۱۱] انقلاب (لاہور) ۱۰ / جون ۱۹۴۶ء، ص ۴

[۱۲] حالاتِ قائدِ اعظم، ص ۲۰۷ ، ۲۰۸

.... تو تمھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تم کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کر رہے ہو اور ان جذبات کا بڑھنا خطرناک ہوگا" ۱۳ھ

۲۱ مئی ۱۹۴۶ء کو رائٹر کے نامہ نگار مسٹر ڈون کیمبل نے قائداعظم سے انٹرویو اور اتحادِ عالم اسلامی کے بارے میں آپ سے سوال کیا کہ:

"کیا آپ کا ارادہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد اتحادِ اسلامی کی تحریک جاری کریں گے جو مشرق اور مشرقِ وسطیٰ سے ہوتی ہوئی مشرق بعید تک پہنچ جائے گی؟"

قائداعظم نے جواب میں فرمایا:

"اتحادِ اسلامی کی تحریک تو مدت ہوئی ختم ہو چکی، البتہ ہم یہ کوشش ضرور کریں گے کہ ہم ان ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں اور ایک دوسرے کے فائدہ اور دنیا کے امن کے لیے ایک دوسرے سے اشتراک کریں۔ ہم اپنا دستِ تعاون مشرق، مشرقِ قریب اور مشرق بعید کی طرف بڑھائیں گے" ۱۴ھ

"اتحادِ اسلام" کے لیے قائداعظم تمام اسلامی ممالک کی ایک کانفرنس منعقدہ کرنا چاہتے تھے، جس میں تمام ممالک کے نمائندے ــــ مسلمان لیڈر ــــ شریک ہوں۔ باہمی میل جول اور ربط و ضبط بڑھے جو اتحادِ اسلام کی تقویت کا باعث ہو۔ ۷ رنومبر ۱۹۴۶ء کو قائداعظم نے عرب نیوز ایجنسی کے ایک نمائندے کو بیان دیتے ہوئے اس اُمید کا یوں اظہار فرمایا:

"جلد ہی ہندوستان میں ایک کانفرنس کی جائے گی جس میں مسلمان ملکوں کے ممتاز زعما شرکت کریں گے۔ یہ تجویز قاہرہ میں سب سے اول پیش کی گئی اور مسلم لیگ نے اس کا خیر مقدم کیا...... اس جلسہ کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان لیڈروں کو مصر، عراق، سعودی عرب، شام، لبنان، ایران، اور تمام ان ممالک کے لیڈروں سے ملاقات کرنے کا موقعہ ملے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ہم سب کے مفادات مشترک ہیں اور باہمی تہذیبی اور نظریاتی مفاہمت کی وجہ سے بہت کچھ فائدہ پہنچے گا اور اس قسم کے جلسہ سے باہمی روابط میں اضافہ ہوگا..... ہم سب کے لیے یہ بہتر ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کے سیاسی سوالات کو سنیں اور سمجھیں۔ ہم سب کے سوالات مخصوص قسم کے ہیں اور یہ جاننا کہ کس طرح ایک ملک نے ان سوالات

۱۳ھ حالات قائداعظم، ص ۵۲۵ تا ۵۲۷ ۱۴ھ ایضاً، ص ۷۰۔

کو حل کیا جو کسی ایک ملک سے مخصوص ہیں، ہم سب کے لیے مفید اور فائدہ رساں ہے، یہ کانفرنس مفید اور نتیجہ خیز ہو۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان تمام ملکوں کے زعما جو اس کانفرنس میں شریک ہوں گے وہ ان ملکوں کے با اثر نمائندے ہوں[۱۵]"

لندن سے ہوتے ہوئے قائدِ اعظم مصر تشریف لے گئے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۶ء کو رائٹر کے نمائندہ سے باتیں کرتے ہوئے آپ نے "اتحادِ عالمِ اسلامی" کے بارے میں یوں اظہارِ خیال فرمایا:

"... مصر میں میرے قیام کا مقصد صرف یہ ہے کہ اینگلو مصری عہدنامہ کی تجدید کے سلسلہ میں شاہ فاروق اور ان کی پارلیمنٹ کو اپنا مشورہ دے سکوں۔ قیامِ لندن میں میں نے صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی ہی پیروی نہیں کی بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے مختلف حقوق کے لیے کوشش کی۔ اسلام ہمیں اخوت اور بھائی چارہ کا سبق دیتا ہے۔ مسلمان کا دل اپنے بھائی کی تکلیف پر خواہ وہ اس سے ہزاروں میل دور ہی کیوں نہ ہو، ضرور دکھتا ہے۔ دنیا میں جتنی اسلامی طاقتیں ہیں، انھیں مضبوط اور متحد رہنا چاہیے۔ اینگلو مصری عہدنامہ کا اثر مصر کے مستقبل پر پڑنے والا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مصر کو کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ میرا فرض ہے کہ شاہ فاروق کو اس سے آگاہ کر دوں۔"

"ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی مشکلات سے آگاہ ہوں اور ان کی ہر ممکن مدد کریں۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں کی آزادی کی ہی خاطر نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی آزادی کے لیے جد و جہد کر رہا ہوں اور اگر خدا نے چاہا تو میں اس مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"جب تک پاکستان کا قیام عمل میں نہیں آتا، عربی ریاستیں اور مسلمان بھی آزادی کا لطف نہیں اٹھا سکتے۔ کیونکہ جس کا بھی تسلط ہندوستان پر ہوگا، اسی کا تسلط مشرقِ وسطیٰ پر بھی ہوگا۔ بنابریں میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ مصر اور مشرقِ وسطیٰ کے دیگر اسلامی ممالک کے مسلمان مسلمانانِ ہند کے حصولِ پاکستان کے مقصد میں امداد و اعانت کریں۔"[۱۶]

قائدِ اعظم نے اتحادِ عالمِ اسلامی کے لیے جو خدمات انجام دیں ان کا اعتراف کرتے ہوئے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو شیخ نشاشیبی رکن عرب پروپیگنڈا کمیٹی نے فرمایا:

---

[۱۵] حالاتِ قائدِ اعظم، ص ۶۰۹، ۶۱۰

[۱۶] ایضاً، ص ۶۶۶ تا ۶۷۲

"مسٹر جناح نے شام و لبنان کے مطالبات کی ہندوستان میں سب سے پہلے حمایت کی۔ دوسرے جناب جناح نے فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے کی پالیسی کے خلاف لیبر پارٹی کو احتجاجی تار روانہ کیا۔ پاکستان میرے نزدیک ایک خوش آئند چیز ہے۔ تمام ممالکِ عرب جناح صاحب کی پاکستانی اسکیم کو دل سے پسند کرتے ہیں۔"

۲۹ اگست ۱۹۴۵ء کو عرب وفد کے رکن جناب انور نشاشیبی نے لندن مسلم لیگ کے صدر عباس علی کے نام جو خط بھیجا اس میں تحریر کیا:

"اگر پاکستان قائم ہو جائے تو فلسطین کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ دس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک عظیم الشان حکومت کا قیام ایشیا کی تاریخ کو بدل دے گا اور عرب حکومتوں کے لیے رحمت کا باعث ہوگا۔"[۱۷]

۱۷؎ حالاتِ قائدِ اعظم، ص ۳۱۵

برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ

از محمد اسحاق بھٹی

اس کتاب میں سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۶ھ) کے عہد سے لے کر سلطان اورنگ زیب عالمگیر (۱۱۱۸ھ) کے عہد تک کی تمام فقہی مساعی کا احاطہ کیا گیا ہے اور تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند علمِ فقہ سے کس طرح روشناس ہوا۔ یہاں کے علما و زعما نے کس محنت و جاں فشانی سے اس کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کیا اور کن اہم فقہی کتابوں کی تدوین کی۔ برصغیر پاک و ہند کے جن سلاطین کے دورِ حکومت میں کتبِ فقہ مرتب کی گئیں، ان کے عہد و طریقِ حکومت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

آخر میں فقہ کی ان مشہور اکیاسی کتابوں کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں جو مختلف ملکوں میں تصنیف کی گئیں اور جن کا اس زمانے سے اصل یا نقل کی شکل میں کہیں نہ کہیں وجود ہے۔ اس موضوع سے متعلق اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔

قیمت ۱۲/۲۵ روپیہ

ملنے کا پتہ: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور